

اس شعر سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ گرد و پیش کے مناظر کی دلآویزی بجائے خود کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتی بلکہ سب کچھ انسان کی دلی کیفیت پر موقوف ہے۔ اگر وہ خوش ہے تو غیر دلچسپ مناظر سے بھی شادمانی کے اسباب پیدا کرے گا۔ اگر وہ ناخوش، رنجیدہ اور مصیبت زدہ ہے تو بہتر سے بہتر منظر بھی اس کے لیے سوزش اور جلن کا باعث ہو گا۔

شعر میں ابرِ شفق آلود کے لیے عالم رنج و غم میں گلستاں پر آگ برسنے سے تشبیہ دینا بدیع تشبیہ ہے۔ یعنی جو شے اس عالم اسباب میں زیادہ سے زیادہ فرحت افزا ہے، وہ بھی آتش باری کا مرکز معلوم ہوتی ہے۔

۷۔ شرح : شہید قبروں میں جا سوئے۔ ان کے جسم مٹی میں مل گئے۔ قیامت کے دن مردے زندہ کیے جائیں گے، لیکن شہیدوں کی خاک میں اس کے سوا کیا باقی رہ گیا ہو گا کہ جلوہ سرا پا ناز کے شوق میں انتہائی بے قراری موجود ہو، لہذا قیامت شہیدوں کی قبر پر سے گزرے گی تو اس کی حیثیت زیادہ سے زیادہ ہوا کے ایک تند و تیز جھونکے کی سی ہوگی، جو اس خاک کو اڑانے میں مزید مدد دے گا، جو پہلے ہی ناز محبوب کے شوق میں پرواز کے لیے بے قرار ہے۔

حق یہ ہے کہ اس قسم کے لبریز حقیقت شعرا تنے دل پذیر اور پُر تاثیر انداز میں کہنا بے حد مشکل ہے اور ان کی مثالیں دو ادین میں بہت کم ملتی ہیں۔

۸۔ شرح : اے غالب ! اگر نصیحت کرنے والے نے سختی و درشتی سے کام لیا تو اس پر لڑنے کی کون سی وجہ ہے، ہمارے پاس اپنا گریبان ہے، اسے پھاڑ سکتے ہیں اور تار تار کر سکتے ہیں۔ اپنا زور لڑنے پر کیوں صرف کریں، گریبان پر کیوں نہ آزمائیں؟ کیا اس طرح بھی تسکین کا وہ سامان ہم نہ پہنچے گا، جو ہم ناصح سے لڑ کر ہم پہنچانا چاہتے ہیں؟ اس شعر میں قابلِ غور نکتہ ہے کہ جس قوت کے مقابلے میں انسان بے دست و پا ہو، اس میں تسکین کے لیے اپنا نقصان کر لینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

شعر میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اگر ناصح نے درشت کلامی سے کام لیا تو ہم اپنا گریبان